ڈاکٹر احسان الٰہی رانا - ایم اے - پی - ایچ - ڈی
صدر شعبۂ عربی پنجاب یونیورسٹی

قُتیلے اور اُس کا مرثیے

قتیلہ بنت النضر بن الحارث العبدریہ القرشیہ کے ایک قافیہ مرثیے کو، جسے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ اہل عرب اور مؤرخین کے ایک طبقے نے اس کثرت سے روایت کیا ہے کہ اس کی تاریخی حیثیت کو شبہہ کی نگاہ سے دیکھنا شاید معیوب سمجھا جائے گا۔ [بحر کامل]

يا راكبا ان الاثيل مظنة — من صبح خامسة وانت موفق
ابلغ بها ميتا بان تحية — ما ان تزال بها النجائب تخفق
مني اليك وعبرة مسفوحة — جادت بواكفها واخرى تخنق
هل يسمعني النضر ان ناديته — ام كيف يسمع ميت لا ينطق
امحمد يا خير ضنء كريمة — في قومها والفحل فحل معرق
ما كان ضرك لو مننت وربما — من الفتى وهو المغيظ المحنق
او كنت قابل فدية فلينفقن — باعز ما يغلو به ما ينفق
فالنضر اقرب من اسرت قرابة — واحقهم ان كان عتق يعتق
ظلت سيوف بنی ابيه تنوشه — لله ارحام هناك تشقق!
صبراً يقاد الى المنية متعباً — رسف المقيد وهو عان موثق

یہ مرثیہ ابن ہشام (م ۲۱۸ھ) کی سیرہ (ص ۵۳۹) کے علاوہ بتغییر یسیر ادب اور انساب کی مختلف کتابوں میں نقل کیا گیا ہے مثلاً ابوتمام: کتاب الحماسہ مع شرح المرزوقی، ۲: ۹۶۳-۹۶۶؛ البلاذری: انساب الاشراف، ۱: ۱۴۴؛ مصعب الزبیری: نسب قریش، ۲۵۵؛ الجاحظ: کتاب

البیان والتبیین، ۲ : ۲۳۹ ؛ البحتری : کتاب الحماسہ ؛ ابن بکار : اخبار قریش (مخطوط باڈلین ۳۴۸، ۴۶۲) ورق ۸۹ ؛ ابوالفرج الاصفہانی : کتاب الاغانی، ۱ : ۹ ؛ ابن عبدربہ : العقد الفرید، ۳ : ۱۰۱ ؛ ابن رشیق : العمدہ، ۱ : ۵۶-۵۷ ؛ محمد بن ابراہیم الوطواط : غرر الخصائص ؛ الحصری : زہر الآداب، ۱ : ۲۷-۲۸ ؛ النویری : نہایۃ الارب، ۱ : ۴۷ ؛ السہیلی : الروض الانف، ۲ : ۱۱۹ ؛ ابن منظور : لسان العرب، ۱۱ : ۲۵۶، ۱۲ : ۱۳ و مواضع کثیرہ ؛ العینی محمود : المقاصد النحویہ، بولاق ۱۲۹۹، ۴ : ۲۷۴ ؛ الزبیدی : تاج العروس، ج ۸ (بذیل اثل) ؛ عبدالقادر البغدادی، خزانۃ الادب، ۴ : ۴۹۶ ؛ محمود شکری آلوسی : بلوغ الادب، ۳ : ۲۳۴ ؛ عمر رضا کحالہ : اعلام النساء، ۲ : ۶۹ ۱۲-۱۲۷۰

ان کے علاوہ ابن عبدالبر نے کتاب الاستیعاب (۲ : ۳۸۹-۳۹۰) میں، النووی نے اپنی تہذیب الاسماء (۲ : ۱۲۶) میں اور ابن حجر العسقلانی نے الاصابہ (۴ : ۳۹۰ رقم ۸۸۹) میں بھی کچھ نہ کچھ ابیات نقل کیے ہیں۔

واقعہ یوں ہے کہ ظہور اسلام سے تھوڑا عرصہ پہلے النضر بن الحارث بن علقمہ بن کلدۃ بن عبدالدار[1] جو حکمائے عرب میں شمار ہوتا ہے۔ اپنے باپ کے ساتھ عراق عجم کے امرا کے دربار میں رہا اور اس نے طب اور حکمت کے مجربات کے علاوہ اخبار اکاسرہ وقیاصرہ بڑی محنت سے جمع کیے۔ جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوٰی کیا۔ یہ النضر مکہ مکرمہ میں واپس آچکا تھا۔ اسے گمان تھا کہ وہ اپنی معلومات اور فضائل علمی کی وجہ سے نبوت کی مخالفت کر سکے گا۔ چنانچہ اللہ اور اس کے رسول کا یہ دشمن قرآن مجید کے معارضے کے طور پر مکہ کی اکثر مجلسوں میں عود بجا کر اور اشعار پڑھ پڑھ کر بہمن و اسفندیار اور رومی قیصروں کی داستانیں سنایا کرتا تھا اور استہزاءً قصص قرآنیہ کو "اساطیر الاولین" کا نام دیا کرتا تھا۔

بدر (رمضان ۲ھ) میں النضر بن الحارث بھی اہل اسلام کے مقابلہ میں آیا۔[2] مشرکین کے کئی جلیل القدر سردار قتل ہو گئے اور ساٹھ ستر کے قریب اسیر بھی کر لیے گئے۔ ان اسیروں میں النضر بن الحارث

---

[1] بعض علماء نے سلسلہ نسب بیان کرنے میں لغزش کھائی ہے مثلاً ابن مندہ، ابونعیم الاصفہانی اور محمود شکری الوسی نے اسے النضر بن حارث بن کلدہ بتایا ہے جو درست نہیں [2] اس مقام پر الوسی نے لکھا ہے کہ اسی جنگ میں ابوسفیان سالار لشکر تھا جو غلط ہے۔

اور عقبہ بن ابی معیط بھی تھے۔ وادی الصفراء میں جو بدر اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قیدیوں کا فرداً فرداً معائنہ فرمایا۔ جب النضر بن الحارث کی طرف آپ نے دیکھا تو النضر گھبرا اٹھا۔ اس نے المقداد بن الاسودؓ سے جنہوں نے النضر بن الحارث کو اس جنگ میں اسیر بنایا تھا کہا:

"المقداد مجھے بچائیو۔"

المقداد نے کہا:

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ایک حکم عام صادر کیا جا چکا ہے کہ فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے۔"

مگر النضر بن الحارث نے کہا کہ:

"میں محمدؐ کی آنکھوں میں اپنی اجل کا حکم دیکھ رہا ہوں۔"

چنانچہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام قیدیوں کی شناخت کر چکے تو حکم دیا کہ:

"النضر بن الحارث اور عقبہ بن ابی معیط کو قتل کر دیا جائے۔"

المقداد بن الاسود نے عرض کی:

"یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسیری"۔ یعنی اس طرح میں زر فدیہ سے محروم ہو جاؤں گا۔

آپؐ نے فرمایا:

"کان یقول فی القرآن مایقول"

المقداد چونکہ پس منظر سے واقف نہ تھے انہوں نے اصرار کیا:

"یا رسولؐ اللہ! اسیری۔"

اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ:

"اے اللہ! المقداد کو غنی کر دے۔"

اس پر المقدادؓ طمانینت، سکون اور وقار سے خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

تعمیلِ ارشادِ نبوی میں حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ آگے بڑھے اور انہوں نے النضر بن الحارث کی گردن اڑا دی۔

آگے قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بات النضر کی بیٹی قُتَیلہ کو پہنچی۔ اس نے اپنے باپ کا مرثیہ کہا جو مشہورِ عالم ہے۔ بعض علمائے نے لکھا ہے کہ یہ قتیلہ النضر کی بیٹی نہ تھی بلکہ بہن تھی[1] الجاحظ نے اس کا نام لیلی بنت النضر لکھا ہے[2] اس کی کتاب البیان والتبیین کے ایک خطی نسخے میں فاطمہ بنت النضر بھی درج ہے[3]

حکایت آگے یوں چلتی ہے کہ قتیلہ نے اس مرثیے کی ایک نقل مدینہ منورہ میں بھی بھجوائی، جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش ہوئی۔ آپ مرثیہ سن کر آبدیدہ ہو گئے اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب فرمایا:

"یا ابا بکر لو کنت سمعت شعرھا ما قتلت اباھا"

اور روایت ہے:

"یا ابابکر لو سمعت شعرھا لم اقتل اباھا"

ایک روایت یوں بھی آئی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ کا طواف فرما رہے تھے قتیلہ نے آپ کی ردائے (احرام) تھام لی اور اس موقعہ پر ردا، آپ کے کندھے سے پھسل گئی۔ پھر قتیلہ نے اپنا مرثیہ اس درد انگیز لہجے میں سنایا کہ آنسوؤں کے موتی آپ کی ریشِ مبارک میں چھلک پڑے۔ آپ نے جواب دیا:

"لو کنت سمعت شعرھا ھذا ما قتلته"

ایک روایت یہ بھی ہے:

لو بلغنی شعرھا قبل ان اقتله ما قتلته"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کسی مستند کتاب میں نقل نہیں ہوا اور نقل بھی یہ کیسے ہو سکتا تھا، اس قصیدے کی اندرونی شہادت ہی اس کے خلاف ہے۔

اوّل: آٹھواں بیت ملاحظہ ہو۔ النضر بن الحارث قرابت کے اعتبار سے حضرت عباسؓ سے زیادہ قریب نہ تھا۔

---

[1] ابو الفرج الاصفہانی: کتاب الاغانی، ۱: ۹؛ العقد الفرید، ۳: ۱۰۱؛ المقاصد النحویہ، ۴: ۲۷۴

[2] کتاب البیان، ۳: ۹۳۴ [3] کتاب البیان (طبع حسن السندوبی)، ۴: ۳۲۴ حاشیہ۔

دوم: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب یہ قول کہ "اگر یہ مرثیہ میں پہلے سن پاتا تو النضر کے قتل کا حکم نہ دیتا" کچھ غیر منطقی سا ہے۔ مرثیہ "موت یا قتل" سے پہلے کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

سوم: اس قول سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشیمانی کا اظہار کیا ہے۔ یہ نتیجہ کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں۔ آپؐ کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ [۱]

اب ہمیں روایت پر بھی کچھ غور کرنا چاہیے۔ ابن ہشام نے اپنی کتاب سیرۃ میں[۲] یہ روایت ابن اسحٰق (م ۱۵۱ھ) کی طرف منسوب کی ہے۔ سیرۃ کے قدیم نسخوں میں مثلاً وہ نسخہ جس پر وستنفلٹ نے اپنی ایڈیشن مرتب کی۔ یہ روایت ابن اسحٰق کی طرف نہیں بلکہ ابن ہشام ہی کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ المطبعۃ الجمالیہ سے سیرۃ ابن ہشام کا جو نسخہ ۱۳۳۲ھ میں شائع ہوا اس میں بھی یہ روایت ابن ہشام کی طرف منسوب ہے۔

بعض کتابوں میں[۳] یہ روایت ابن الکلبی (م ۲۰۸ھ) کی طرف منسوب کی گئی ہے مگر ابن الکلبی کی کتاب جمہرۃ انساب العرب کے جتنے نسخے ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ ان میں النضر بن الحارث[۴] کے متعلق صرف یہ دو جملے ملتے ہیں:

"قتل یوم بدر کافرا وکان النضر اول من غنی بمکۃ من قریش"[۵]

ابن درید نے الاشتقاق میں[۶] اور یاقوت الحموی نے ابن الکلبی کے جمہرۃ کی تلخیص بعنوان المقتضب میں[۷] النضر کا ذکر کیا ہے مگر قصیدے کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں کیا۔

ابن ہشام ایک نحوی تھا، شعر اور مغازی کا عالم تھا اسے صحت روایت سے کچھ سروکار نہ تھا۔ اس لیے اس نے قتیلہ کے قصیدے کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو اقوال منسوب کیے ہیں قابلِ اعتماد نہیں۔

---

[۱] القرآن المجید، ۵۳: ۲۔۳ [۲] ص ۵۳۹؛ نیز دیکھیے ابو الفرج الاصفہانی: کتاب الاغانی ۱: ۹ [۳] مثلاً الجاحظ: کتاب البیان، ۳: ۲۳۹ [۴] جمہرۃ انساب العرب (طبع ڈاکٹر لانا)، ص ۴۴ (: مخطوط متحف بریطانیا ۲۲۲۹۷، ۸۔ ب، ورق ۲۲ و) [۵] ص ۹۹ [۶] ورق ۶ ط (نیز دیکھیے ابن حزم: جمہرۃ النسب، ۱۱۷)

بظاہر الجاحظ نے اپنی کتاب میں یہ بات سنی سنائی نقل کر دی ہے۔ اس کی روایت میں اضطراب بھی ہے۔ بعض نسخوں میں شاعرہ کا نام قتیلہ دیا ہے اور بعض میں لیلیٰ اور ایک جگہ فاطمہ بھی آیا ہے۔ تاریخ اور انساب کی کتابوں میں ان میں سے کوئی بھی نام حتمی طور پر ثابت نہیں ہو سکا۔

اس روایت کے بارے میں محدثین کی کچھ کوشش ہمارے سامنے ہے۔ ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) نے کتاب الاستیعاب[1] میں یہ قصیدہ نقل کیا ہے اور محمد بن عمر الواقدی (م ۲۰۷ھ) سے منقول بیان کیا ہے اور الواقدی نے ابو محمد عبد اللہ بن ادریس الاودی الزعافری الکوفی (م ۱۹۲ھ) سے جو بہت ثقہ ہیں، نقل کیا ہے مگر الواقدی متروک ہے۔ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ الواقدی کذاب ہے۔ ابن معین کے نزدیک وہ ضعیف ہے[2]۔ علامہ ابن حجر نے الاصابہ[3] میں بھی یہ قصیدہ نقل کیا ہے۔

اس روایت کو عام کرنے کا الزام ابن ہشام اور الواقدی ہر دو پر دھرایا جاتا ہے۔ اسی دور میں القاضی الزبیر بن بکّار (م ۲۵۶ھ) نے جنہیں الدارقطنی اور الخطیب البغدادی نے ثقہ قرار دیا ہے، اہل ادب کی اس روایت کردہ حکایت کی صحت پر تنقید کی ہے۔ چنانچہ اپنی مشہور کتاب اخبار قریش[4] میں صاف لکھ دیا ہے کہ:

> "اہل علم" نے اس قصیدے کو نہ صرف درخور اعتنا نہیں سمجھا بلکہ اسے "موضوعۃ" قرار دیا ہے۔"

ابن عبد البرؒ اور ابن حجر العسقلانی نے "موضوعۃ" کی جگہ "مصنوعۃ" کا کلمہ استعمال کیا ہے اور یہ اصطلاح زیادہ موزوں ہے۔

---

[1] استیعاب، ۴: ۳۹۰ [2] خلاصۃ تذہیب، ۳۵۲ [3] ۴ : ۳۸۹ [4] مخطوط باڈلین لائبریری آکسفورڈ، رقم ۳۴۸ ۔۔۔۔، ورق ۸۹ ظ